احکام ومسائل

دارالافتاء
جامعہ سلفیہ

سوال: خاوند وبیوی نے حج کیلئے درخواست دی، بفضل اللہ دونوں کی درخواستیں منظور ہوگئیں ہیں۔اب بعد میں خاوند وفات پا گیا ہے۔بیوہ مریضہ بھی ہے، عمر بھی کافی ہے، آئندسالوں میں شاید دوبارہ حج کا موقع بھی میسر نہ آئے ان چیزوں کے پیش نظر مرحوم کا بیٹا اپنے باپ کی جگہ حج پر جاسکتا ہے ایسے حالات میں جبکہ بیوہ عدت گزار رہی ہے اس کیلئے سفر حج کا کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

سائل

الجواب بعون الوهاب

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام وعلى سيد الانبياء و المرسلين على آله و اصحابه اجمعين اما بعد :

بیوہ کیلئے عدت گزارنا لازم اور ضروری ہے مگر عدت کہاں گزارے اپنے خاوند کی وفات والے گھر میں یا کسی بھی جگہ پر عدت گزار سکتی ہے۔

اس بارہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور فقہاء کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ امام ابوداؤد نے باب قائم کیا ہے "من رأى التحول" کہ وہ علماء کرام جو متوفى عنها زوجها کو عدت کے دوران گھر سے منتقل ہونے کی اجازت دیتے ہیں اور پھر اس ضمن میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ذکر فرمایا ہے۔امام نسائیؒ نے بھی "باب الرخصة للمتوفى عنها زوجها ان تعتد حيث شاء ت" قائم فرمایا ہے اور اسکے ضمن میں حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل فرمایا ہے اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے صاحب تہذیب السنن نقل فرماتے ہیں۔

فاوجبه عمر و عثمان و روى عن ابن مسعود و ابن عمر و ام سلمة وبه يقول الثورى و الاوزاعى و اسحاق والائمة الاربعة و قال ابن عبد البر و هو قول جماعة فقهاء الامصار بالحجاز والشام و العراق و مصر.

کہ ان سب علماء وفقہاء نے عورت پر واجب قرار دیا ہے کہ وہیں عدت گزارے جہاں اسے خاوند کی وفات کی خبر پہنچی (یعنی خاوند ہی کے گھر عدت کے ایام پورے کرے) پھر فرماتے ہیں "**وروى عن على و ابن عباس و جابر و عائشه تعتد حيث شاء ت وبه قال جابر بن زيد و الحسن و عطاء**" کہ **متوفى عنها زوجها** جہاں چاہے ایام عدت گزار سکتی ہے خاوند کے گھر لازم اور واجب نہیں ہے۔اور حافظ ابن القیمؒ نے اسے اہل ظاہر کا مسلک قرار دیا ہے۔(زادالمعاد۔ ملاحظہ ہو تعلیقات السّلفیہ 108/2) تو فریقین کے دلائل پر غور کرنے سے قول اول ہی زیادہ راجح اور قوی معلوم ہوتا ہے کہ بلا کسی معقول عورت پر لازم ہے کہ اسی خاوند کے گھر ایام عدت پورے کرے مگر بیان کردہ صورتحال میں ایک طرف تو ادائے فریضہ ہے اور اب فرصت ممکن ہے۔شاید بعد میں ایسے حالات نہ رہیں بلکہ اب بیٹا محرم اور خدمتگار بھی موجود ہے۔

تو ان حالات میں بیوہ کا سفر حج پر چلے جانے میں گنجائش معلوم ہوتی ہے اور بالخصوص اس مبارک سفر میں مرحوم خاوند کیلئے دعائیں بھی ہونگی۔

البتہ سفر کے دوران باقی آداب عدت ملحوظ رکھنے ضروری ہیں کہ خوشبو، سرمہ، زینت وخوبصورتی سے کنارہ کش رہے سرو غیرہ یا بالوں کو تیل وغیرہ نہ لگائے

هذاما عندنا والله تعالىٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوال: عورت نماز جنازہ ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر ادا کرسکتی ہے تو اسکا طریقہ کیا ہے قرآن وحدیث سے راہنمائی فرمائیں۔جزاکم اللہ خیراً

سائل

الجواب بعون الوهاب

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء و المرسلين وعلى آله و اصحابه اجمعين اما بعد :

عورت کیلئے نماز جنازہ ادا کرنا شرعا جائز ہے کوئی ممانعت نہیں ہے اور عام اصول شریعت ہے کہ جب تک احکام اسلامی میں تخصیص وارد نہ ہو تو وہ احکام مردوعورت دونوں کیلئے یکساں اور برابر ہوتے ہیں اور اس بارہ بھی عورتوں کو نماز جنازہ کی ادائیگی سے کوئی ممانعت یا مردوں کیلئے تخصیص کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔نیز احادیث صحیحہ میں عورتوں کا نماز جنازہ ادا کرنا

بالصراحت موجود ہے۔مثلا جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فوت ہوئے تو سیدہ عائشہؓ وغیرہ نے فرمایا تھا کہ "ادخلوا بہ المسجد حتی اصلی علیہ" الحدیث کہ ان کا جنازہ مسجد میں ادا کرو تاکہ میں بھی ان کا جنازہ پڑھ سکوں (صحیح مسلم۔ملاحظہ ہو کتاب الجنائز للکیلانی مسئلہ ۱۴۴۔)

نیز شیخ البانیؒ نے بعض دیگر واقعات بھی ذکر فرمائے ہیں۔لہذا یہ نماز جنازہ ادا کرنا ایسی صورت میں ہے کہ عورت میت کے پیچھے نہ جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے عن ام عطیۃ الانصاریۃؓ قالت نھینا عن اتباع الجنائز (الحدیث) کہ ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کر دیا گیا۔

امام ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا جنازہ کے پیچھے جانا منع ہے اور اس کی ممانعت میں کئی احادیث وارد ہیں۔ملاحظ ہو تیسیر العلام شرح عمدۃ الاحکام جلد اول ص ۱۷۹۔

لہذا عورت جنازے کے ساتھ مردوں کیطرح نہ جائے اگر مسجد میں جنازہ ہو یا گھر وغیرہ میں جنازہ ہو یا ایسی جگہ جنازہ ہے کہ اتفاقی طور پر عورتیں وہاں موجود ہیں تو عورت کو نماز جنازہ ادا کرنا چاہیے۔اور اجر و ثواب سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔اگر جناز کی ادائیگی کیلئے میت کے پیچھے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو اس صورت میں گھر سے نکلنا درست نہیں ہے۔

باقی رہا کہ مسجد میں عورت کا جنازہ پڑھنا کس طریقہ پر ہوگا۔تو یاد رہے نبی ﷺ کے زمانہ میں عورتیں مسجد میں فرض نماز کیلئے حاضر ہوا کرتیں تھیں اور ان کیلئے حکم یہ تھا کہ امام کے پیچھے مردوں کی صفیں پھر بچوں کی صفیں اور پھر عورتوں کی صفیں ہوں تو انہی احکام کے مطابق آج بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔یا جیسے آج کل مساجد میں علیحدہ گیلریوں وغیرہ کا انتظام ہے یا حرمین شریفین میں عورتوں کیلئے مخصوص جگہ ہوتی ہے جہاں وہ فرض نماز ادا کرتیں ہیں بعینہ اسی طرح اسی جگہ میں نماز جنازہ بھی ادا کریں گی۔

ھذاما عندنا و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوال: میرا ایک انتہائی محترم اور قابل احترام عزیز اپنے موروثی گھر کا اپنے چچازاد کے ساتھ نصف حصہ کا مالک ہے میرے عزیز کا چچا زاد شادی ہے بعد اپنی بیوی کی وجہ سے غیر شرعی، غیر اخلاقی اور غیر قانونی حرکات میں ملوث ہوگیا ہے۔مختصراً یہ گھر ایک بدکاری کا اڈہ بن گیا ہے اس بیماری کو نکالنے کیلئے گھر کا نصف حصہ خرید اکر اس سے خالی کرانا ضروری ہوگیا ہے جسکے لیے بنک سے سودی قرضہ لینا پڑ رہا ہے۔میرے عزیز کو مذکورہ بالا قرضہ حاصل کرنے کیلئے بنک کو کسی دوسری جائیداد رہن رکھنے کی ضرورت ہے کیا میں اپنی جائیداد مذکورہ مقصد کیلئے بطور ضمانت بنک کو رہن رکھ سکتا ہوں تاکہ میرا عزیز سودی قرضہ حاصل کر کے گھر کا باقی نصف حصہ خرید کر اس مصیبت (بدکاری کے اڈے) سے نجات حاصل کر لیوے۔قرآن و حدیث کی روشنی میں اس قسم کی ضمانت کی کیا صورت اور اجازت ہے۔جزاکم اللہ خیراً۔

سائل

الجواب بعون الوھاب

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین علی آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد

پیش کردہ سوال کے مطابق سودی بنیاد پر بنک وغیرہ سے قرضہ لینا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ایسی فراہمی قرضہ کیلئے تعاون کرنا یا جائیداد بطور رہن رکھنا جائز ہے۔

سود کی حرمت مسلم ہے بلکہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے جنگ کرنا ہے۔اور مکان کے ساتھی کے اخلاقی جرم کی کیفیت نامعلوم کہی ہے جبکہ اس جرم کو ثابت کرنے کیلئے چار عینی گواہ ضروری ہوتے ہیں اور قانون خداوندی ہے

فإذا لم یاتو ا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون

کو قانون شریعت کے مطابق گواہ نہ پیش کر سکنے کی صورت کسی دوسرے کی طرف برائی کی تہمت کا چرچا کرنے والا شخص ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا ہوتا ہے۔

نیز اس صورت میں اگر آپکا عزیز اس برائی سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتا ہے تو دیگر صورتیں بھی تو موجود ہیں۔مثلاً وہ اپنا حصہ فروخت کر دے جیسا کہ خریدنا چاہتا ہے علیحدہ ہوجائے دیوار وغیرہ کرے۔

اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو سمجھانے بجھانے کا فریضہ ادا کرتا رہے۔یہ شخص اس کے گناہ سے بری الذمہ ہوگا حسب استطاعت ہی برائی کو ختم کیا جاسکتا ہے۔استطاعت سے زائد چیز کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں مکلّف نہیں بنایا۔تاہم مجبوری جس میں حرام کو کھانے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔اس کا تعلق بھی صرف جان بچانے کی حد تک ہے اور کھانے پینے کی اشیا سے متعلق ہے۔ہر ایک معاملہ کو اضطرار اور مجبوری قرار دے کر حرام کو حلال کرنے کی کوشش غلط ہے۔

ھذاما عندنا و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆